

اس بارے میں عمدہ راہنمائی کے مسجد کا محسن مسجد ہی ہوتا ہے

التبصیر المنجد بان صحن المسجد مسجد

۱۴۳۰ھ



تصنیف لطیف

اعلیٰ حضرت، مجدد امام احمد رضا

ALAHAZRAT NETWORK

اودالاحمدی ریسرچ سوسائٹی

www.alahazratnetwork.org

التبصیر المنجد بان صحن المسجد

(اس بارے میں عمدہ رہنمائی کہ مسجد کا صحن مسجد ہی ہوتا ہے)

۱۱۶۱ھ از قصبہ کٹھور اسٹیشن ساکن ضلع سورت، ملک گجرات، مسجد پرب والے، مرسلہ مولوی عبدالحق صاحب مدرس مدرسہ عربیہ کٹھور و سیٹھ بانا بھائی صاحب مہتمم مدرسہ ۲۷ جمادی الاولیٰ ۱۳۰۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے شریعت اس صحن مسجد کے حکم میں کہ جس پر موسم گرایں ہمیشہ نماز فرض باجماعت مغرب و عشاء و فجر اور کبھی عصر بھی ادا کی جائے، اور یہ مسجد چونکہ برسر بازار واقع ہے اس واسطے آمد و رفت نمازیوں کی زیادہ ہے عصر و مغرب کو کبھی جماعت ہو چکی ہو تو اکثر آدمی اگر اس صحن پر اکیلے فرض نماز پڑھ لیتے ہیں کبھی دو چار آدمی آگے تو دباں پر جماعت بھی کر لیتے ہیں اور موسم اعتدال ربيع و خريف میں بھی کبھی جماعت قصص مذکور پر ہو جایا کرتی ہے، اب صحن مذکور کو حکم مسجد کا دیا جائے یا نہیں، اس پر حنبلی وغیرہ ناپاک آدمی کا بلا غدر شرعی کے جانا جائز ہے یا نہیں؟ دو شخص باہم مناظرہ کرتے ہیں ایک کے نزدیک صحن مذکور مسجد ہے اور حنبلی کا اس پر جانا حرام اور دوسرے کے نزدیک مصلع عید کے حکم میں ہے حنبلی کو اس پر جانا جائز ہے، دلیل اس کی یہ ہے کہ ہمارے شہر سورت میں اندرون مسجد کو جماعت خانہ اور صحن مسجد کو خارج بولتے ہیں، دوسری دلیل یہ کہ فنا اور حرم مسجد اور صحن مسجد باعتبار مفہوم کے متحد ہیں فنا اور حرم مسجد پر جب حنبلی کو جانا جائز ہو تو صحن پر بھی جائز ہوگا کس واسطے کہ فنا، کو حکم مصلع عید کا ہے اور علمائے سورت میں سے دو عالم صحن مذکور حکم مسجد کا فرماتے ہیں ان دونوں عالموں میں سے ایک عالم صاحب اس شخص کے جو صحن مسجد کو خارج مسجد کہتا ہے استاذ بھی ہیں، اب ہر ایک مناظرین مرقومہ بالا میں سے ایک دوسرے کو مفسد کہتا ہے مفسد فی الدین کون ہے اور مصلع عند الشرع کون؟ اور لفظ فنا مسجد اور حرم مسجد کے معنی صحن مسجد کے سمجھنا صحیح ہیں یا غلط؟ اور دوسرے یہ کہ ساکنان شہر سورت کا عرف کہ

اندرون مسجد جماعت خانہ اور صحن مسجد خارج مسجد بولنا یہ عند الشرح معتبر ہے یا نہیں؟ اور کس قدریں نمازیں ہر سال میں اس صحن پر ادا کی جائیں کہ وہ صحن مسجد بن جائے؟ اس صحن کی مسجد بن جانے میں سوائے نماز کے اور کوئی دوسری شرط بھی عند الشرح معتبر ہو تو تحریر فرمائیں۔ بینواتو جردا۔

الجواب

بسم الله الرحمن الرحيم
الحمد لله والصلوة والسلام على رسول الله

صحن مسجد قطعاً جزء مسجد ہے جس طرح صحن دار جزیرہ وار، یہاں تک کہ اگر قسم کھائی زید کے گھرنے جاؤں گا، اور صحن میں گیا بیشک حادث ہو گا کما یظهر من الهدایة والہندیة والدر المختار ورد المختار و عامة الاسفاس (جیسا کہ ہدایہ، ہندیہ، در مختار، رد المختار اور عام کتب میں ہے۔) اسی طرح اگر قسم کھائی مسجد سے باہر نہ جاؤں گا اور صحن میں آیا ہرگز حادث نہ ہوا، لہذا معتکف کو صحن میں آنا جانا بیٹھنا رہنا یقیناً روا، یہ مسئلہ اپنی نہایت وضاحت و غایت شہرت سے قریب ہے کہ بدیہیات اولیہ سے ملتی ہو، جس پر تمام بلاد میں عام مسلمین کے تعال و افعال شاہد عدل جن کے بعد اصلاً احتیاج دلیل نہیں، ہاں جو دعویٰ خلاف کمرے اپنے دعوے پر دلیل لائے، اور ہرگز نہ لاسکے گا حتیٰ یلجہ الجمل فی سعة الخیاط (یہاں تک کہ اونٹ سوئی کے سوراخ میں داخل ہو جائے۔) مدعی خلاف نے کہ صحن مسجد کے مسجد نہ ہونے پر دو دلیلیں پیش کیں ایک عام جس میں دلیل کی صورت بھی نہیں بلکہ محض دعویٰ بے دلیل ہے، دوسری خاص مساجد سورت سے متعلق دونوں محض باطل و زاہق۔ فقیر غفر اللہ تعالیٰ اس مسئلہ واضح کی ایضاً کہ حکم ضرورت صرف دس و ہمیں ذکر کرتا ہے جن سے حکم انجلائے تام پائے اور دونوں دلیل خلاف کا ازالہ اوہام ہو جائے، اسی کے ضمن میں ان شاء اللہ تعالیٰ تمام مراتب سوال کا جواب منکشف ہو جائے گا۔

فاقول وبالله التوفیق و افاضة التحقيق (میں کہتا ہوں اللہ تعالیٰ ہی توفیق اور تحقیق عطا کرنے والا ہے؛

اولاً مسجد اس بقعہ کا نام ہے جو بغرض نماز پنجگانہ وقف خالص کیا گیا و تمام تعریفہ مع فوائد قیودہ فی الوقف من کتابنا العطایا النبویة فی الفتاوی الرضویة (مسجد کی کامل تعریف اور اس کے تمام قیود کے فوائد کی تفصیل ہمارے فتاویٰ العطایا النبویة فی الفتاوی الرضویة کے باب الوقف میں ملاحظہ کیجئے۔) یہ تعریف بالیقین صحن کو بھی شامل اور عمارات و بنایا سقف وغیرہ ہرگز اس کی ماہیت میں داخل نہیں یہاں تک کہ اگر عمارت اصلاً نہ ہو صرف ایک چبوترہ یا محدود میدان نماز کے لئے وقف کر دیں قطعاً مسجد

ہو جائے گا اور تمام احکام مسجد کا استحقاق پائے گا۔ فتاویٰ قاضی خاں و فتاویٰ ذخیرہ و فتاویٰ علمگیری وغیرہ میں ہے :

سراج لہ ساحة امر قوما ان یصلوا فیہا
بجماعة ان قال صلوا فیہا ابدا او امرهم
بالصلوة مطلقا ونوی الابد صارت الساحة
مسجد المومات لا یورث عنہ اہ ملخصاً

ایک آدمی کی کھلی جگہ ہے لوگوں سے کہتا ہے کہ یہاں نماز
ادا کرو، اب اگر اس نے یہ کہا کہ یہاں ہمیشہ تم نماز پڑھو،
یا اتنا کہ نماز پڑھو مگر نیت ہمیشہ کی، تو وہ جگہ مسجد کہلائے
گی۔ اگر وہ فوت ہو جاتا ہے
تو وہ زمین وراثت میں شامل نہ ہوگی اھ ملخصاً (ت)

پھر مسقف وغیر مسقف میں فرق کرنا اسے مسجد سے فناء مسجد ٹھہرانا محض بے معنی۔

ثانیاً ہر عاقل جانتا ہے کہ مسجد و معبد ہو یا مسکن و منزل ہر مکان کو بطاقت اختلاف موسم و دو حصوں پر تقسیم کرنا
عادات مطرودہ بنی نوع انسان سے ہے جس پر معظم معمرۃ الارض میں تمام اعصار و امصار کے لوگ اتفاق کئے ہوئے
ہیں ایک پارہ مسقف کرتے ہیں کہ برف و بارش و آفتاب سے بچائے، دوسرا کھلا رکھتے ہیں کہ دھوپ میں بیٹھنے، ہوا
لینے، گرمی سے بچنے کے کام آئے، زبان عرب میں اول کو مشقوی کہتے ہیں اور دوم کو صبیفی۔ کما افادہ
العلامة بدر الدین محمود العینی فی کتاب الایمان من البنایة شرح الہدایة (جیسا کہ علامہ بدر الدین
محمود عینی نے بنایہ شرح الہدایہ کے کتاب الایمان میں تصریح کی ہے۔ ت) یہ دونوں ٹکڑے قطعاً اس معبد یا
منزل کے یکساں و دو جز ہوتے ہیں جن کے باعث وہ مکان ہر موسم میں کام کا ہوتا ہے اور بالیقین مساجد میں صحن
رکھنے سے بھی واقفین کی یہی غرض ہوتی ہے ورنہ اگر صرف مشقوی یعنی مسقف کو مسجد اور صبیفی یعنی صحن کو
خارج از مسجد ٹھہرائیے تو کیا واقفین نے مسجد صرف موسم سرما و حصرن گرا کے لئے بنائی تھی کہ ان اوقات میں تو
نماز مسجد میں ہو باقی زمانوں میں نماز و اعتکاف کے لئے مسجد نہ ملے یا ان کا مقصود یہ جبر کرنا تھا کہ کیسی ہی جیس و
حرارت کی شدت ہو مگر ہمیشہ مسلمان اسی بند مکان میں نماز پڑھیں، معتکف رہیں، ہوا و راحت کا نام نہ لیں، یا
انہیں دنیا کا حال معلوم نہ تھا کہ سال میں بہت اوقات ایسے آتے ہیں جن میں آدمی کو درجہ اندرونی میں مشغول
نماز و تراویح و اعتکاف ہونا درکار دم بھر کو جانا ناگوار ہوتا ہے، اور جب کچھ نہیں تو بالجزم ثابت کہ جس طرح
انہوں نے اپنے صحن کے لئے مکان سکونت میں صحن و دالان و دونوں درجے رکھے ہیں یونہی عام مسلمان کی عام
اوقات میں آسائش و آرام کے لئے مسجد کو بھی انہی دو حصوں پر تقسیم کیا۔

ثالثاً اب نمازیوں سے پوچھئے آپ اذان سن کر گھر سے کس ارادہ پر چلتے ہیں، یہی کہ مسجد میں نماز پڑھیں گے یا کچھ اور، قطعاً یہی جواب دیں گے کہ مسجد میں نماز پڑھنے آتے ہیں، اب دیکھئے کہ وہ موسم گرما میں فجر و مغرب و عشا کی نمازیں کہاں پڑھتے ہیں اور ان کے حفاظ قرآن مجید کہاں سناتے ہیں اور ان کے معتکف کہاں بیٹھتے اور ذکر و عبادت میں مشغول رہتے ہیں، خود ہی کھل جائے گا کہ مسلمانوں نے صحن کو بھی مسجد سمجھا ہے یا نہیں، تو مسجدیت صحن سے انکار اجماع کے خلاف۔

سابعاً بلکہ غور کیجئے تو جو صاحب انکار رکھتے ہیں خود انہی کے افعال ان کی خطا پر دال، اگر وہ مسجد میں نماز پڑھنے آتے ہوں تو لاجرم موسم گرما میں عام مسلمانوں کی طرح صحن ہی پر پڑھتے ہوں گے پھر ان سے پوچھئے آپ گھر چھوڑ کر غیر مسجد میں نماز پڑھنے کیوں آئے، اور جب یہ مسجد نہیں تو یہاں نماز پڑھنے میں کیا فضیلت سمجھی، فضیلت درکنار داعی اللہ کی اجابت کب کی، اور حدیث لا صلوة لجاہل المسجد الا فی المسجد (مسجد کے پڑوسی کی نماز، مسجد کے علاوہ نہیں ہو سکتی۔ ت) کی تعمیل کہاں ہوئی اور سنت عظیمہ جلیلہ کس واسطے چھوڑی، کیا کوئی ذی عقل مسلمان گوارا کرے گا کہ مکان چھوڑ کر آواز اذان سن کر نماز کو جائے اور مسجد ہوتے ساتے مسجد میں نہ پڑھے بلکہ اس کے حرم و حوالی میں نماز پڑھ کر چلا آئے، کیا اہل عقل ایسے شخص کو مجنون نہ کہیں گے، تو انکار والوں کا قول و فعل قطعاً مناقض، اگر یہ عذر کریں کہ جہاں امام نے پڑھی مجبوری ہمیں پڑھنی ہوئی ہے تو محض بیجا و نامعقول و ناقابل قبول، آپ صاحبوں پر حتی مسجد کی رعایت اتباع جماعت سے اہم و اقدم تھی، جب آپ نے دیکھا کہ سب اہل جماعت مسجد چھوڑ کر غیر مسجد میں نماز پڑھتے ہیں آپ کو چاہئے تھا خود مسجد میں جا کر پڑھتے، اگر کوئی مسلمان آپ کا ساتھ دیتا جماعت کرتے ورنہ تنہا ہی پڑھتے تھے حتی مسجد سے ادا ہوتے، یہاں تک کہ علما اس تنہا پڑھنے کو دوسری مسجد میں باجماعت پڑھنے سے افضل بتاتے ہیں نہ کہ غیر مسجد میں۔ فتاویٰ امام قاضی خاں پھر خزائنہ المفتیین پھر رد المحتار وغیرہ میں ہے،

یذہب الی مسجد منزله ویؤذن فید ویصلی
وان کان واحداً لان لمسجد منزله حقاً
علیہ فیؤدی حقہ مؤذن مسجد لا یحضر
مسجد احد قالوا یؤذن ویقیم
ویصلی وحده فذلک احب من
ان یصلی فی مسجد اخر

آدمی اپنے محلہ کی مسجد میں جائے اس میں اذان دے
اور نماز پڑھے اگرچہ تنہا ہو کیونکہ اس پر محلہ کی مسجد کا حق ہے
جس کی ادائیگی ضروری ہے، ایسی مسجد کے مؤذن
کے بارے میں جس میں کوئی نہیں آتا فقہاء نے
کہا ہے کہ وہ وہاں تنہا ہی اذان دے اور نماز پڑھے
یہ دوسری مسجد میں نماز پڑھنے سے افضل ہے

تنبیہ : انہیں وجہ سے ظاہر ہو گیا کہ اہل سورت کا خاص درجہ شستوی کو جماعت خانہ کہنا ایک اصطلاح خاص ہے اور صیغی یعنی صحن کو خارج اسی معنی پر کہتے ہیں کہ اس جماعت خانہ مصطلک سے باہر ہے نہ بایں معنی کہ جز مسجد نہیں اور اگر مسجد ہی کہتے ہوں تو یہ کہنا ایسا ہے جیسے علماء کرام ظاہر بدن کو خارج البدن فرماتے ہیں جس کے یہ معنی کہ بدن بیرونی حصہ نہ یہ کہ بدن سے باہر، یونہی خارج مسجد یعنی مسجد کا بیرونی ٹکڑا، نہ یہ کہ مسجد سے خارج۔ اور بالفرض اگر انہوں نے اپنی اصطلاح میں مسجد صرف شستوی یعنی مسقف ہی کا نام رکھا ہو تو اسے مسجد نہ کہنے کا حاصل اس قدر ہوگا کہ درجہ شستوی نہیں نہ یہ کہ شرعاً مسجد نہیں، اُن کے افعال دائمی یعنی موسم گرما میں ہمیشہ جماعت مغرب و عشاء و فجر صحن ہی پر پڑھنا اور اذان سننے پر مکانوں سے بارادۂ صلوٰۃ فی المسجد اگر یہاں جماعت کرنا جس کی تصریح سوال میں موجود۔ اور رمضان گرما میں یہیں تراویح پڑھنا، معتکف رہنا کعادۃً بالقطع معلوم و مشہود، اس مراد مقصود پر شاہد مبین و مفید تعیین و مورث یقین، کمالا یخفی علی صبی عاقل فضلا عن فاضل (جیسا کہ کسی عاقل بچے سے مخفی نہیں چہ جائیکہ کسی فاضل پر مخفی رہے۔ ت)

خاصاً طرفہ یہ کہ انکار کرنے والے حلت دخول جنب میں بحث و نزاع کرتے ہیں اُن کے قول پر میعاد اللہ صراحت بدعت شیعہ مسلمانوں سے علی الدوام والا التزام واقع ہوتی ہے یعنی گرمی میں مسجد چھوڑ کر غیر مسجد میں جماعت پڑھنا اور حق مسجد تلف کرنا اس پر کیوں نہیں انکار کرتے بلکہ اس میں تو خود بھی شریک ہوتے ہیں کہ خلاف میں اپنی بھی تکلیف ہے، اب اگر وہ اپنے قول باطل پر اصرار کر کے اسی فکر میں پڑیں کہ نماز صحن مطلقاً بند کر دی جائے اور ہمیشہ ہر موسم بہر وقت کی جماعت اندر ہی ہو کرے، اور بالفرض اُن کی یہ بات خلق کو نماز صحن سے مانع آئے تو دیکھئے موسم گرما میں کتنی مسجدیں نماز و جماعت و تراویح و اعتکافات سے معطل محض ہوئی جاتی ہیں کہ لوگ جب صحن سے روکے جائیں گے اور اندران افعال کی بجا آوری سے بالطبع گھبرائیں گے، لاجرم مسجد کے آنے سے باز رہیں گے اور اگر ایک دو نے یہ ناحق و بے سبب کی سخت مصیبت گوارا بھی کر لی تو عام خلافت کا تنفر قطعی یعنی، تو اس نزاع بجا کا انجام معاذ اللہ مساجد کا ویران کرنا اور اُن میں ذکر و نماز سے بندگان خدا کو روکنا ہے۔

قال اللہ عز وجل ومن اظلم صمن منہ
مسجد اللہ ان ید کر فیہا السمہ وسعی فی
خرابہا
اللہ عز وجل نے فرمایا، اس سے بڑھ کر ظالم کون جو
خدا کی مسجدوں کو اُن میں نام خدا یاد کئے جانے سے
روکے اور ان کی ویرانی میں کوشش کرے۔

اب صحن کو مسجد نہ ماننے والے غور کریں کہ کس کا قول افساد فی الدین تھا ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

سادساً اس مسئلہ جلیلہ کو کلمات ائمہ کرام ہی سے استخراج کرنا چاہئے تو بوجہ کثیرہ میں علماء تصریح فرماتے ہیں کہ مسجد مبارک حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم زمانہ اقدس میں جنوباً شمالاً یعنی دیوار قبلہ سے پائین مسجد تک سوگز طول رکھتی تھی اور اسی قدر شرقاً غرباً عرض تھا اور پائین میں یعنی جانبِ شام ایک مسقف دالان جنوب رویتھا جسے صفحہ کہتے اور اہل صفحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اس میں سکونت رکھتے یہ بھی جزیر مسجد تھا، علامہ رحمۃ اللہ سندی تلمیذ امام محقق علی الاطلاق ابن الہمام نسک متوسط اور مولانا علی قاری مکی اس کی شرح مسلک متقسط میں فرماتے ہیں :

(حد ۵) ای حدود المسجد الاول من المشرق من وراء المنبر نحو ذراع ومن المغرب الاسطوانة الخامسة من المنبر ومن الشام حيث ينتهي مائة ذراع من محرابه صلى الله تعالى عليه وسلم) وهو معلوم لاهل المدينة بالعلامة الموضوعۃ اہ ملخصاً۔

(اس کا حد) یعنی مسجد اول کی حدود (منبر کی دوسری طرف مشرق کی طرف ایک گز کے برابر ہے) اور جانب مغرب پانچویں ستون تک اور جانب شام حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے محراب سے سو گز ہے) اور نشانات مخصوصہ کی وجہ سے اہل مدینہ کو معلوم ہے اہ ملخصاً۔ (ت)

علامہ طاہر فتنی مجمع بحار الانوار میں فرماتے ہیں :

اهل الصفة فقراء المهاجرين ومن لم يكن له منهم منزل يسكنه فكانوا يادون الى موضع مظلل في مسجد المدينة۔

ابو صفحہ مہاجر فقراء میں سے تھے اور جس کے لئے گھر نہ ہوتا وہ وہیں ٹھہرتا، پس صفحہ مسجد نبوی میں ایک چھتدار جگہ میں رہتے تھے۔ (ت)

صحیح بخاری شریف میں ہے :

باب نوم الرجال في المسجد وقال ابو قلابۃ عن انس رضي الله تعالى عنه قدم مرهط من عجل على النبي صلى الله تعالى عليه وسلم فكانوا في الصفة وقال عبد الرحمن

باب لوگوں کا مسجد میں سونے کے بارے میں، ابو قلابہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ قبیلہ عجل کا ایک وفد رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں آیا اور وہ صفحہ میں تھے

بن ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کاتب اصحاب
حضرت عبدالرحمن بن ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا
کہ اصحاب صفہ فقراء تھے۔ (ت)

علامہ احمد قسطلانی ارشاد الساری شرح صحیح بخاری میں فرماتے ہیں :

الصفۃ بضم الصاد وتشدید الفاء موضع
الصفۃ، صاد پر پیش، فاء پر تشدید، مسجد نبوی کے آفری
مظلل فی اخیریات المسجد النبوی تاوی
حصہ میں وہ چھتی ہوئی جگہ جہاں مساکین پناہ
لیتے تھے۔ (ت)

اب مشاہدہ کرنے والا جانتا ہے کہ حُرابِ منیٰ منیٰ اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کہ حُرابِ امیر المؤمنین عثمان غنی رضی اللہ
تعالیٰ عنہ کی جانب شمال ہے، پائین مسجد کو پیمائش کرتے آئے تو سوگز کی مساحت ایک حصہ صحن میں آئے گی اور
قطعا معلوم کہ زمانہ اقدس میں جس قدر بنائے مسجد تھی اُس میں کمی نہ ہوئی بلکہ فرونیاں ہی ہوتی آئیں تو واجب کہ اس
وقت بھی یہ سوگز صحن تھی اور جبکہ صفہ تک جزر مسجد تھا کما ظہر مما نقلنا من العبارات (جیسے کہ ہماری
نقل کردہ عبارات سے ظاہر ہے۔ ت) تو کیونکہ معقول کہ بیچ میں صحن خارج مسجد گنا جائے۔

سابقاً علماء ارشاد فرماتے ہیں کہ مسجد میں پیڑ بونا ممنوع ہے کہ اُس سے نماز کی جگہ ٹوٹے گی مگر جبکہ اس میں
منفعت مسجد ہو اس طرح کہ زمین مسجد اس قدر رگل ہو کہ ستون بوجہ شدت رطوبت نہ ٹھہرتے ہوں تو جذب تری کیلئے
پیڑ بونے جائیں کہ جڑیں پھیل کر زمین کی نرم کھینچ لیں۔ ظہیریہ و خانہ و خلاصہ و ہندیہ و بحر الرائق وغیرہ میں ہے :
یکبره غرس الشجر فی المسجد لانه یشبه
بالبیعة ویشغل مکان الصلوۃ الا ان
تکون فیہ منفعة للمسجد بان کانت
الارض نزهة لا تستقر اساطینہا فیغرس
فیہ الشجر لیقل النزهۃ۔
مسجد میں درخت لگانا مکروہ ہے کیونکہ یہ بیوعہ (گرج)
کی مشابہت اور نماز کی جگہ مشغول کرنا ہے۔ البتہ اس
صورت میں جائز ہو گا جب اس میں کوئی نفع ہو،
مثلاً زمین سیلابی ہے اس پر ستون کھڑے نہیں ہوتے
تو اس میں درخت لگائے جائیں تاکہ سیلابیت
کم ہو جائے۔ (ت)

ظہیریہ کے لفظ یہ ہیں :

فتغرس لتجذب عروق الاشجار ذلک
لہ صحیح البخاری باب نوم الرجال فی المسجد
مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۶۳/۱
دارالکتب العربی بیروت ۴۳۴/۱
نوکشور کھنؤ ۳۱/۱
لہ ارشاد الساری شرح صحیح البخاری
لہ فتاویٰ قاضی خاں فصل فی المسجد

المنزف یجوزہ و اکافلا و انما جوز مشائخنا
فی المسجد الجامع ببخاری لما فیہ من
الحاجة الیہ۔

کر لیں، تو اب درخت لگانا جائز ہو گا ورنہ نہیں،
ہمارے مشائخ نے بخارا کی جامع مسجد میں درخت
لگانے کو جو جائز قرار دیا ہے اس میں یہی ضرورت و
عاجت پیش نظر ہے (ت)

ظاہر ہے کہ ستون مسجد مسقف ہی میں ہوتے ہیں اور پیر درجہ اندرونی میں نہیں بوئے جاتے بلکہ سائے
میں پرورش نہیں ہوتے معہذا جب تری کی وہ بیشتری کہ ستون نہیں ٹھہرتے تو ایسی رطوبت پھلوا ری وغیرہ کے
چھوٹے چھوٹے پودوں سے دفع نہیں ہو سکتا۔ ان کی جڑیں اتنی پھیلیں کہ اطراف سے جذب کر لیں اور
بڑے پیر اندر بوئے جانا معقول نہیں تو واجب کہ اس سے مراد صحن مسجد میں ہونا ہے اور اسے اٹھوں نے
مسجد میں ہونا قرار دیا۔ جب تو غرس فی المسجد کی صورت جواز میں
رکھا اور مثال ظہیریہ نے تو اس معنی کو خوب واضح کر دیا، قطعاً معلوم کہ جامع بخارا نا مسقف نہیں
نہ زنہار اس کے درخت زیر سقف ہیں بلکہ یقیناً صحن میں بوئے گئے، اور اسی کو علمائے کرام نے غرس
فی المسجد جانا ہے۔

ثامناً علماء فرماتے ہیں دروازہ مسجد پر جو دکانیں ہیں فنائے مسجد ہیں کہ مسجد سے متصل
ہیں، فتاویٰ امام قاضی خاں پھر فتاویٰ علمگیریہ میں ہے :
یصح الاقتداء لمن قام علی الدکانین الی
تکون علی باب المسجد لانها من فناء المسجد
متصلة بالمسجد۔
اس شخص کی اقتداء درست ہے جو اس دکان پر کھڑا ہے
جو مسجد کے دروازے پر ہے کیونکہ یہ فنائے مسجد ہیں
ہونے کی وجہ سے مسجد سے متصل ہے۔ (ت)

ظاہر ہے کہ جو دکانیں دروازہ پر ہیں صحن مسجد سے متصل ہیں نہ درجہ مسقف سے، تو لاجرم صحن مسجد مسجد ہے
اور یہیں سے ظاہر صحن کو فنا کہنا محض غلط ہے اگر وہ فنائے مسجد ہوتا تو دکانیں کہ اس سے متصل ہیں متصل بہ فنا
ہوتیں، نہ متصل بہ مسجد، پھر ان دکانوں کے فنا ٹھہرنے میں کلام ہوتا کہ فنا وہ ہے جو متصل بہ مسجد ہو نہ وہ کہ متصل
بہ فنا ہو، ورنہ اس تعریف پر لزوم دور کے علاوہ متصل بالقنا بھی فنا ٹھہرے تو سارا شہر یا لا اقل تمام محلہ
فنائے مسجد قرار پائے کہا لا یشفی (جیسا کہ مخفی نہیں۔ ت) اور یہ ادعا کہ صحن و فنا کا مفہوم واحد

جہل شدید ہے کہ کسی عاقل سے معقول نہیں شاید یہ قائل اُن دکانوں کو بھی مسجد کہے گا۔
 تاسعاً انصاف کیجئے تو یہ خاص جزئیہ بھی یعنی مسجد میں جنب کا جانا ناجائز ہونا کلماتِ علماء سے مستفاد
 ہو سکتا ہے۔ ائمہ فرماتے ہیں جنب کو مسجد میں جانا جائز نہیں مگر جبکہ پانی کا چشمہ مسجد میں ہو اور اس کے سوا کہیں پانی
 نہ ملے تو تیمم کر کے لے آئے۔ مبسوط و عنایہ و رد المحتار و فتاویٰ حجاز و فتاویٰ ہندیہ وغیرہ اسفار میں ہے :

واللفظ للثلثة الاول مسافر مری بمسجد فیہ پہلی تین کتب کے الفاظ یہ ہیں : ایک جنبی مسافر ایسی مسجد
 عین ماء وهو جنب ولا یجد غیرہ ، فانہ سے گزرا جس کے اندر پانی کا چشمہ ہے اور اس کے علاوہ
 یتیم لدخول المسجد لان الجاہل بالحدود لا یستطیع ان یتیم لدخول المسجد علی کل حال عندنا۔
 وپانی نہیں پاتا تو وہ دخول مسجد کے لئے تیمم کرے کیونکہ
 ہمارے نزدیک ہر حال میں جنابت اسے دخول مسجد مانع ہے۔

ظاہر ہے کہ عامہ بلاد میں عامہ مساجد جماعت مسقف ہوتی ہیں اور چشمہ آب عادیہ صحن ہی میں ہوتا ہے اور کلمات
 فقہاء امور عادیہ غالبہ ہی پر مبتنی ہوتے ہیں، بہت نادر ہے کہ حصہ اندرونی میں چشمہ آب ہو، تو انھوں نے صحن ہی
 میں جنب کو جانے پر یہ احکام فرمائے فافہم و تبصرو (پس سمجھو اور غور کرو۔) ان کے سوا اور بہت وجوہ کثیر
 سے استنباط ممکن مگر بعد اُن دلائل قاسمہ کے جو ابتداءً زیر گوش سامعین ہوئے حاجتِ تطویل نہیں۔

عاشراً یا ہذا اُن براہینِ ساطعہ کے بعد صحن مسجد کا جواز مسجد ہونا اجلی بدیہیات تھا جس پر اصلاً تصریح
 کتب کی احتیاج نہ تھی بلکہ جو اسے مسجد نہیں مانتا وہی محتاج تصریح صریح و قطعی تھا اور ہرگز نہ دکھا سکتا نہ کبھی دکھائے
 تاہم فقیر نے بطور تبرع یہ چار استنباط بھی کلماتِ ائمہ سے ذکر کئے کہ یہ بدیہی مسئلہ اپنے غایت وضوح و اشتہار
 کے باعث اُس قبیل سے تھا جس پر خادِم فقہ کو کتبِ ائمہ میں تصریح جزئیہ ملنے کی امید نہ ہوتی کہ ایسی روشن و مشہور
 باتوں پر فقہائے کرام کم توجہ فرماتے ہیں۔ مثلاً اگر کوئی اس امر کی تصریح کتابوں سے نکالنا چاہے کہ مسجد کے درجہ
 شتوی میں جسے اہلِ سورت جماعت خانہ کہتے ہیں تین درجے اُن میں بائیں طرف کا درجہ بھی جزیر مسجد ہے اور اُس میں
 بھی جنب کو جانا منوع یا نہیں تو غالباً ہرگز اس کا جزئیہ نہ پائے گا مگر بحمد اللہ تعالیٰ جب فقیر یہاں تک لکھ چکا مسئلہ
 کا خاص جزئیہ کلماتِ علماء میں یاد آیا جس میں ائمہ دین نے صاف تصریح فرمائی ہیں کہ مسجد کے صحنی و شتوی یعنی
 صحن و مسقف دونوں درجے یقیناً مسجد ہیں۔ اب شئے امام طاہر بن احمد بن عبد الرشید بخاری فتاویٰ خلاصہ
 پھر امام فخر الدین ابو محمد عثمان بن علی زلیعی تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق پھر امام حسین بن محمد سمعانی خزائن المقفین
 پھر امام محقق علی الاطلاق کمال الدین محمد بن الہمام فتح القدر پھر علامہ عبد الرحمن بن محمد رومی مجمع الانہر شرح

ملقی البحر بحیر علامہ سیدی احمد مصری حاشیہ مراقی الفلاح شرح نور الایضاح پھر خاتم المحققین سیدی محمد بن عابدین شامی رد المحتار میں فرماتے ہیں:

واللفظ للخصلة والخزانة مراد انتہی الح
الامام والناس فی صلوة الفجر ان یدرک
مرکعة فی الجماعة یا قی برکعتی الفجر عند
باب المسجد وان لم یکن یا قی بہما فی
المسجد الشتوی ان کان الامام فی الصیفی
وان کان الامام فی الشتوی ہو یا قی فی الصیفی وان
کان المسجد واحد ایقف فی ناحية المسجد
ولا یصلیہما محلاً لطلأ لصف مخالفاً للجماعة
فان فعل ذلك یکرہ اشد الکراهة ۱
ایک گوشے میں ادا کرے اور ان دو رکعتوں کی ادائیگی کے لئے صف کے متصل گھر نہ ہو کیونکہ یہ جماعت کی مخالفت ہے۔ اگر ایسا کیا تو یہ شدید مکروہ ہوگا (ت)
رد المحتار میں ہے،

قوله عند باب المسجد ای خارج المسجد
كما صرح به الفہستانی الخ۔
اقول ویوضحہ قول الهدایة و
الہندیة یصلی رکعتی الفجر عند باب
المسجد ثم یدخل ۲

امام ابوالبرکات شافعی کافی شرح وافی میں فرماتے ہیں،
الافضل فی السنن المنزل ثم باب المسجد
سننوں کے لئے افضل مقام گھر ہے اور اگر امام مسجد

۱/ ۶۱ و ۶۲	مطبوعہ نوکشتور لکھنؤ	کتاب الصلوة الجفیس فی السنن	۱/ خلاصۃ الفتاوی
۵۶/ ۲	ایچ ایم سعید کمپنی کراچی	باب اور اک الفریضہ	۱/ رد المحتار
۱۳۲۴/ ۱	المکتبۃ العربیہ کراچی	۱/ ۱/ ۱	۱/ الهدایہ

ان كان الامام يصلي في المسجد ثم المسجد
الخارج ان كان الامام يصلي في الداخل
والداخل ان كان في الخارج اه مخلصاً
میں جماعت کروا رہا ہو تو مسجد کا دروازہ بہتر مقام ہے
اگر امام داخل مسجد میں جماعت کروا رہا ہو تو پھر خارج
مسجد اسی طرح امام خارج مسجد ہو تو سنتوں کے لئے
داخل مسجد بہتر ہے اھ تلخیصاً (ت)

محقق علامہ زین بن نجیم مصری بحر الرائق پھر علامہ سیدی احمد طحاوی حاشیہ درمختار میں فرماتے ہیں:
السنة في السنن ان ياتي بها في بيته او عند باب
المسجد وان لم يمكنه ففي المسجد الخارج
سنتوں کے لئے سنت یہ ہے کہ انھیں گھر میں ادا کرے
یا مسجد کے دروازے کے پاس، اور اگر وہاں ممکن
نہ ہو تو پھر صحیح مسجد میں ادا کرے الخ (ت)

فیہ و شرح صغیر فیہ للعلامہ ابن قیم الجلی میں ہے:
(السنة) المؤكدة (في سنة الفجر) هو
ان لا ياتي بها مخالطاً للصف ولا خلف الصف
من غير حائل و (ان ياتي بها) اما (في بيته)
وهو الا فضل (او عند باب المسجد)
ان امکن بان كان هناك موضع لا تق
للصلاة (وان لم يمكنه) ذلك (ففي المسجد
الخارج) ان كانوا يصلون في الداخل و
بالعكس ان كان هناك مسجدان صيفي
وشتوي آھ

(سنت) مؤکدہ (فجر کی سنتوں میں) یہ ہے کہ انھیں
صف کے متصل اور بغیر رکاوٹ کے صف کے پیچھے ہی
ادانہ کرے (انھیں بچالائے) یا (گھر میں) اور
یہی افضل طریقہ ہے، یا (مسجد کے دروازے کے پاس)
اگر ممکن ہو یعنی اگر وہاں نماز ادا کی جاسکتی ہو تو (اور
اگر ممکن نہ ہو) یہ بات (تو پھر صحیح مسجد میں)
اگر لوگ داخل مسجد نماز ادا کر رہے ہوں اور عکس کی
صورت میں عکس ہو گا اگر وہاں دو مساجد صیفی اور
شتوی ہیں اھ (ت)

امام محقق علامہ محمد محمد ابن امیر الحاج حلبی علیہ میں اسی قول میں نے فرماتے ہیں: المسجد الخارج
صحیح المسجد اھ (مسجد خارج سے مراد صحیح مسجد ہے اھ۔ ت)

لہ کافی شرح وافی

لہ حاشیہ الطحاوی علی الدر المختار باب ادراک الفریضہ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۳۰۰/۱
لہ صغیر شرح منیہ المصلی فصل فی النوافل " مجتہاتی دہلی بھارت ۲۰۲/۱
لہ التعلیق الجلی لما فی منیہ المصلی بحوالہ علیہ ابن امیر الحاج مع منیہ المصلی فصل فی السنن مطبوعہ مکتبہ قادریہ لاہور ص ۳۹۴

دیکھو اول کی سات کتابوں میں صیغی و شتوی دونوں کو مسجد فرمایا اور آٹھ سے گیارہ تک چار کتابوں میں انھیں مسجد داخل و مسجد خارج سے تعبیر کیا۔ صغیری نے ان عبارات شتوی کا مصداق واحد ہونا ظاہر کر دیا اور علیہ میں تصریح فرمادی کہ مسجد بیرونی صحیح مسجد کا نام ہے، تو صاف واضح ہو گیا کہ صحیح مسجد قطعاً مسجد ہے جسے علما کبھی مسجد صیغی اور کبھی مسجد الخارج سے تعبیر فرماتے ہیں والحمد للہ علی وضوح الحق (حق کے واضح ہو جانے پر اللہ کی حمد ہے۔ ت)۔ ان نصوص صریحہ کے بعد ان استنباطوں کی حاجت نہ تھی مگر کیا کیجے کہ فقیر انھیں پہلے ذکر کر چکا تھا معذرتاً ان کے ابقا میں طالبان علم و خدامان فقہ کی منفعت کے اقوال علماء سے استنباط مسائل کا طریقہ دیکھیں وباللہ التوفیق اب کہ بعد اللہ کا شمس علی نعت النہار و رافع و استکار ہو گیا کہ صحیح مسجد بالیقین جو مسجد ہے تو اس کے لئے تمام احکام مسجد آپ ہی ثابت جن کا ثبوت صحیح پر نمازیں پڑھے جانے خواہ کسی شرط پر اصلاً موقوف نہیں کہ مسجد مذہب رائج پر واقف کے صرف اس کہنے سے کہ میں نے اس زمین کو مسجد کیا اور دوسرے مذہب پر ایک قول مصحح ظاہر الروایہ میں دو آدمیوں کی جماعت باذان و اقامت بلکہ واقف کے سوا ایک ہی شخص کی اذان و اقامت و نماز برہنیت جماعت اور ایک قول ظاہر الروایہ میں سوائے واقف ایک ہی آدمی کے منفرداً نماز پڑھ لینے سے یکجہ اجزاء مسجد ہو جاتی ہے تو ہر ہر چیز میں جداگانہ نماز ہونے کی بالاجماع حاجت نہیں مذہب اول پر تو خود ظاہر کہ مطلقاً نماز کی شرط ہی نہیں صرف قول کفایت کرتا ہے اور ثانی پر بھی واضح کہ منفرد کی نماز یا دو شخصوں کی جماعت ہر پارہ مسجد کو شامل نہیں ہو سکتی کما لا یخفی فوضوح المقصود والحمد للہ العلی الودود (جیسا کہ واضح ہے تمام حمد اللہ تعالیٰ کے لئے جو بلند اور محبت کرنے والا ہے۔ ت)

تنویر الابصار و در مختار و رد المحتار میں ہے،

یزول منک عن المسجد بقوله جعلته
مسجداً عند الثانی (وفی الدر المنقی و
قدم فی التنویر والدر و الوقایۃ
و غیرہا قول ابی یوسف و علمت ارجحیتہ
فی الوقف والقضاء اھـ شـ) و
شرط محمد و الامام المصلوۃ
فیہ بجماعۃ (و اشتراط الجماعۃ
لانہا المقصودۃ من المسجد،
ولذا شرط ان تکون جہراً

اس کی ملکیت مسجد سے ان الفاظ سے زائل ہو جاتی
ہے کہ میں نے اسے مسجد بنا دیا ہے یہ ثانی امام
(ابو یوسف) کے نزدیک ہے (الدر المنقی میں ہے
کہ تنویر، درر اور وقایہ وغیرہ میں قول ابو یوسف کو
مقدم ذکر کیا، اور آپ جانتے ہیں کہ ان کا قول وقف
اور قضائیں رائج ہے اھـ شـ) امام محمد اور امام صاحب
نے اس میں جماعت کے ساتھ نماز کو بھی لازم و شرط
قرار دیا ہے (جماعت کا شرط قرار دینا اس لئے ہے
کہ مسجد سے مقصود ہی یہی ہے اسی لئے یہ شرط ہے

بإذان وإقامة وإلا لم يصح سجدا قال
الزيلي، وهذه الرواية هي الصحيحة
وقال في الفتح، ولو اتحد الإمام والمؤذن
وصل في واحد صار سجداً بالاتفاق
لان الاداء على هذا الوجه كالجماعة،
لكن لو وصل الواقف وحده فالصحيح
انه لا يكتفى احدى (وقيل، يكفى واحد)
جعله في الخانية ظاهر الرواية (وعليه
المستون كالكنز والملتقى وغيرهما وقد
علمت تصحيح الاول وصححه في الخانية
ايضاً وعليه اقتصر في كافي الحاكم فهو
ظاهر الرواية ايضاً احدى المختصرات، والله سبحانه
وتعالى اعلم وعلمه جل مجده اتم
واحكم.

کہ وہاں اذان و اقامت بلند آواز سے ہوں ورنہ
وہ مسجد قرار ہی نہ پائے گی۔ امام زلیعی کہتے ہیں کہ
یہ روایت صحیح ہے، اور کہا کہ فتح میں ہے کہ اگر
امام اور مؤذن ایک ہی آدمی تھا اور اس نے وہاں
تنہا نماز ادا کی تو وہ بالاتفاق مسجد ہی قرار
دی جائے گی کیونکہ اس طریقہ پر ادائیگی جماعت
ہی کی طرح ہے۔ اگر وقف کرنے والے نے فقط
نماز ادا کی تو صحیح یہی ہے کہ یہ کافی نہیں اہش
ایک قول یہ ہے کہ ایک آدمی کا نماز ادا کر لینا بھی
کافی ہے اور اسے خانیہ نے ظاہر الروایہ قرار دیا ہے
(اور مستون میں یہی ہے جیسے کہ کنز، ملتقى وغيرہ اور
آپ اول کی تصحیح جان ہی چکے، اور اسی کو خانیہ نے
صحیح کہا، اور حاکم نے کافی میں اسی پر اقتصار کیا، پس یہی
ظاہر روایت ہے ایضاً اہش، مختصراً۔ واللہ سبحانه و
تعالیٰ اعلم وعلمه جل مجده اتم واحکم (ت)